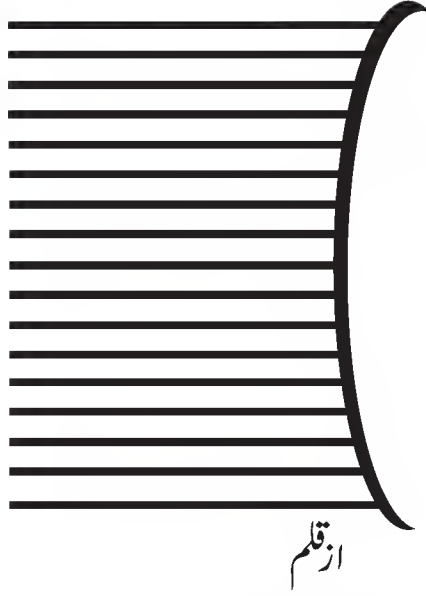


باسمہ تعالیٰ



کیا
عورت اور مرد
کی نماز میں
فرق نہیں
؟

مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہ

پیشکش
مدرسہ سبیل الفلاح بنڈلہ گوڑہ

ناشر
مجلس تحفظ شریعت آندھرا پردیش

تقدیم

آج کل عام طور سے جدید تعلیم یافتہ بالخصوص عرب ملکوں میں قیام پذیر طبقہ دینی احکام کو علمی و عملی توارث اور سلف کے تعامل سے ہٹا کر ایک مخصوص آزادانہ نظریے کے مطابق بنانے کے لئے مسلسل جدوجہد کر رہا ہے، کتاب و سنت کو سلف کی تحقیق و تشریح کی روشنی میں دیکھنے کے بجائے اپنی عقل و فہم کا پابندر کھنے کو ترجیح دے رہا ہے۔

خاص بات یہ ہے کہ ایسے تمام لوگ خواہ ان کی جماعت کا کوئی نام ہو عوام الناس کو علماء سے بدظن کرنے اور فقہ و فتویٰ کو بے دینی بتلانے میں متفق و مشترک ہیں۔ یہ لوگ کہتے تو یہی ہیں ہم کسی کی تقلید نہیں کرتے مگر سب سے زیادہ پختہ تقلید خود ہی کرتے ہیں، اس لئے کہ تقلید عام آدمی کے جسے دین کا پورا علم نہ ہو علماء سے پوچھ کر دین پر عمل کر لینے کو کہتے ہیں۔ اور یہی غیر مقلدین کی عوام بھی کرتی ہے کہ وہ بھی اپنے علماء سے پوچھ کر عمل کر لیتے ہیں۔ جیسے مقلدین کی عوام دلیل کو سمجھنے اور کتاب و سنت کی کسوٹی پر پرکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ایسے ہی غیر مقلدین کی عوام کا حال ہے، ان کا ہر آدمی مفسر و محدث تو نہیں ہے، کہ خود ہی احادیث کی تحقیق بھی کر لے اور مسئلے کی تخریج بھی کر لے، نہ ہی نبی ہے کہ وحی کے ذریعے کیا صحیح ہے کیا غلط خود ہی معلوم ہو جاتا ہو۔ اس لئے اس علماء سے عوام کو آزاد کرانے کا فائدہ دشمنان اسلام کو ہو رہا ہوگا تو ہو رہا ہوگا، مسلمانوں کو تو دن بہ دن نقصان ہی ہوتا جا رہا ہے کہ حدیث پر عمل کے نام پر دین کے اجماعی احکام کا جنازہ نکالا جا رہا ہے اور مذہب کی غیر مہذب تصویر بنتی جا رہی ہے۔ فالہی اللہ المشتکی

ان طبقوں کی طرف سے چلائی جا رہی مخالف سلف مہم میں ایک مسئلہ ”عورتوں اور مردوں کی کیفیت نماز میں فرق نہ ہونے“ کا بھی ہے۔ بڑی شد و مد سے اس کی مخالفت کی جا رہی ہے اور اسے دین کی بہت بڑی خدمت سمجھا جا رہا ہے کہ ایک اجماعی متواتر عمل کو ختم کر کے مرد و عورت کو مغربی مساوات کا خوگر بنایا جائے۔

یہ رسالہ جو مولانا محمد عبدالقوی صاحب زید رشده نے کتاب وسنت کی روشنی میں مرتب کیا ہے وہ اس مسئلے میں پیدا کردہ غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے کافی ہے، ایک اعتدال پسند اور صحیح الفہم آدمی اس کے مطالعے کے بعد خود ہی سمجھ لے گا کہ سلف سے خلف تک جو عمل متواتر چلا آ رہا ہے اس کی اچانک ایسی مخالف کیوں کی جا رہی ہے؟
حق تعالیٰ شانہ مرتب کو جزائے خیر دے اور عام صالحات و قاننات کو اس سے استفادہ و عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

محمد عبدالمغنی مظاہری

ناظم مدرسہ سبیل الفلاح حیدرآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خواتین اسلام! آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ تمام انسانوں کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے، اسی نے ہم کو پیدا کیا اور اپنی بندگی کا امتحان ہمارا وظیفہ حیات بنایا، اس امتحان میں کامیابی کا راستہ دکھانے کے لئے نبیوں کو بھیجا اور ان پر کتابیں اتاریں۔ نبیؐ جب تک دنیا میں رہے لوگوں کو اپنے قول و عمل سے اللہ کی بندگی کا صحیح طریقہ بتاتے اور اس کا دین سکھاتے رہے، جب دنیا سے پردہ فرمانے لگے تو قیامت تک کے واسطے اللہ کی کتاب اور اپنا طریقہ چھوڑ گئے، تاکہ ان کی امت دین کے معاملے میں اس سے روشنی حاصل کرتی رہے۔

دختران توحید! آپ یہ بھی جانتی ہوں گی کہ اسلام دین فطرت ہے جسے انسانوں کے مالک نے ایک کامل ترین انسان ہی کے ذریعہ بھیجا ہے، اس میں انسانوں کے مزاج، طبیعت اور تقاضہائے فطرت کا بھرپور خیال رکھا گیا ہے، تاکہ وہ شعور کی عمر یعنی بلوغ سے لے کر موت تک ایک انسان کے لئے قابل عمل ہو سکے، اسی لئے دین اسلام میں بچوں، نوجوانوں، بوڑھوں، مردوں عورتوں، معذوروں اور مسافروں سب ہی کا خیال رکھا گیا ہے، بنیادی ڈھانچے کو بدلے بغیر ادائیگی احکام کے طریقوں میں بہت سہولت دی گئی ہے۔

اسلامی بہنو! عورت بے شک انسان ہے مگر انسانوں کی صنفِ نازک ہے، حیاء کا مجسمہ

اور غیرت کا پتلا ہے، اسلام نے تمام احکام میں اس کی بڑی رعایت کی ہے، جو ہمیں کتاب و سنت کے مطالعے کے دوران صاف نظر آتی ہے، اور یہ رعایت نماز کے احکام میں بھی کی گئی ہے، آپ غور کیجئے کہ جو نبی عورتیں بیٹھی ہوئی سواری کو دفعتاً بالقوادیرو کہہ کر تیز چلانے سے روک دیتے ہوں، جو بچے کی رونے کی آواز سن کر اس کی ماں کی ہمدردی میں نماز مختصر فرما دیتے ہوں، وہ نبی نماز جیسی عبادت میں اس کے فطری حالات اور تقاضہ شرم و حیاء کی رعایت کیوں نہ فرماتے؟

خواہران دین! یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اسلام تو بلاشبہ کتاب و سنت کا نام ہے، لیکن اس پر عمل صرف کتاب کے الفاظ کو پڑھ کر نہیں کیا جاسکتا، الفاظ کی صحت کے ساتھ ان الفاظ کو نقل کرنے والے اسلاف کے عمل کو بھی دیکھا جاتا ہے، اور اجماع امت پر بھی نظر رکھی جاتی ہے، کیوں کہ جس طرح کتاب و سنت کے الفاظ عہد رسالت سے منتقل ہوتے آرہے ہیں ان پر عمل کا طریقہ بھی منتقل ہوتا آرہا ہے۔ البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ اپنے بعد تین زمانوں کو بہتر قرار دے کر اس کے بعد دین و دیانت میں کمی شروع ہو جانے کی خبر دی ہے (بخاری) اس لئے دین کے معاملے میں زیادہ تر خیر القرون کے اصحاب علم پر اعتماد کیا جاتا ہے، اس پر امت کے تمام علماء کا اجماع ہے

آج کل چونکہ کیفیت نماز میں عورتوں اور مردوں کے درمیان خیر القرون سے چلے آرہے فرق کا ایک طبقے کی جانب سے شدید انکار کیا جاتا رہا اور اسے خلاف سنت قرار دیا جاتا رہا ہے اس لئے اس مضمون میں قدرے تفصیل سے یہ بتلایا گیا ہے کہ دین اسلام میں نماز سے لے کر حج اور جہاد تک تمام احکام میں عورتوں کے لئے مردوں سے مختلف صورتیں رکھی گئی ہیں، اور یہ کہ اس پر امت کا اجماع ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کسی کو اپنی ہی بات پر ضد ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہم اپنی بات پر نہیں نبی کی بات پر اصرار کر رہے ہیں تو یہ بھی غلط ہے، اس لئے کہ نبی کی اس بات کو آپ جس طرح سمجھ رہے ہیں صحابہ، تابعین ائمہ اور خود آپ کے پچھلے علماء نے اس طرح نہیں سمجھا تھا تو اب یہی دیکھا جائے گا کہ امت کا اجماع کس پر ہے؟ جب ہم اس پر غور

یہ بات تو بتلانے کی ضرورت نہیں ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان اپنی تخلیق، تقاضے اور فطرت و ضرورت کے اعتبار سے نمایاں فرق پایا جاتا ہے، اگرچہ کہ دونوں انسان ہیں اور انسانیت میں برابر ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لا تتمنوا ما فضل الله به بعضکم علی بعض (النساء: ۳۲) اس سے معلوم ہوا کہ مجموعی اور کلی اعتبار سے یکسانیت کے باوجود جزوی اعتبار سے دونوں صنفوں میں زمین و آسمان کا فرق موجود ہے، جو دنیا کے ہر عقل مند کے نزدیک قابل قبول ہے، مثال کے طور پر عورت اور مرد دونوں انسان ہونے میں برابر ہونے کے باوجود مرد حمل کا تحمل اور اولاد کی پیدائش کا کام کرنے سے فطری طور پر عاجز ہے جب کہ عورت اس کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔۔

اسی تخلیقی و فطری فرق کی وجہ سے شریعتِ اسلامی نے بہت سے دینی احکام میں بھی فرق ملحوظ رکھا ہے تاکہ کوئی حکم کسی کے تقاضائے فطرت کے مخالف نہ ہو اور اس کی ادائی بوجھ نہ بنے، مثال کے طور پر:

۱۔ پردہ کا حکم مرد اور عورت دونوں کو دیا گیا ہے، مگر حجاب میں رہنے کا پابند عورت کو بنایا گیا ہے، مرد کو برقعہ اور چادر وغیرہ اوڑھ کر رہنے اور نکلنے کا پابند نہیں کیا گیا، اس لئے کہ یہ مرد کے تقاضہ فطرت کے خلاف ہے مگر عورت کے تقاضہ فطرت کے عین موافق ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ
وَنِسَائِ الْمُؤْمِنِينَ يُذْنِبْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ
جَلَابِئِهِنَّ (الاحزاب: ۵۹) کہ وہ اپنے سروں کے اوپر سے گھونگھٹ
ڈال لے رکھیں۔

۲۔ اسی طرح مردوں کو کفار و مشرکین کے مقابلے میں ضرورت پر جہاد و قتال کا حکم دیا گیا ہے
(الحج: ۳۹) مگر عورتوں کو اس کا پابند نہیں بنایا گیا، بلکہ اجازت چاہنے پر بھی اجازت دینے کے بجائے
دوسرے اعمال کی طرف متوجہ کیا گیا۔

عن عائشة رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَتْ اسْتَأْذَنَتْهُ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ
حَسْبُكَ الْحَجُّ أَوْ قَالَ جِهَادُ كُنْ الْحَجُّ
كَثَابُ كَمَا نَعَى (رواه البخاري: ۴/۴۳۵)
حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلی
اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شرکت کی اجازت
طلب کی تو آپؐ نے فرمایا ”تمہارے (جہاد
کا ثواب کمانے کے) واسطے حج کافی ہے،
”یا یوں فرمایا ”تمہارا جہاد حج کرنا ہے۔“

۳۔ مردوں کو میراث میں عورتوں کا دو گنا حصہ دیا جاتا ہے اور عورتوں کو اس کا نصف۔
ارشاد ربانی ہے:

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَى (النساء: ۱۱) مرد کے لئے عورت کا دو گنا حصہ ہے۔
۴۔ مردوں پر عورتوں کی کفالت و پرورش کی ذمہ داری رکھی گئی ہے عورتوں پر مردوں کی ذمہ
داری نہیں رکھی گئی۔

أَلْزَجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ
اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ
أَمْوَالِهِمْ (النساء: ۳۴) مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس واسطے کہ اللہ
تعالیٰ نے ان میں سے ایک کو ایک پر
فضیلت دی ہے اور اس واسطے کہ وہ اپنا مال
(ان کی کفالت پر) خرچ کرتے ہیں۔

۵۔ مرد عورت کو ضرورت پر اپنی زوجیت سے علاحدہ کر سکتا ہے مگر عورت شوہر کو اپنی زوجیت

سے علاحدہ نہیں کر سکتی۔ (ضرورت پر طلاق کر سکتی ہے یا دارالقضاء سے مدد لے سکتی ہے مگر خود سے شوہر کو طلاق نہیں دے سکتی۔)

۶۔ کسی مسئلے میں دو مردوں کی گواہی طلب کی جاتی ہے، لیکن ضرورت پر جب دو مرد نہ ملیں تو ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی معتبر ہو جاتی ہے، اس میں دو عورتوں کو ایک مرد کے مساوی مانا گیا ہے، یعنی انکی فہم کے درمیان فرق کیا گیا ہے۔

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رَجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ (النساء: ۲۸۲) (سے بھی شہادت کافی ہو سکتی ہے)۔

۷۔ لباس وغیرہ میں مردوں کیلئے سونے چاندی اور ریشم کا استعمال ممنوع ہے۔ (بخاری: ۲۷۸/۷) جبکہ عورتوں کو اس کی اجازت دی گئی ہے۔

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ انه رأى على ام كلثوم بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم برد حرير سيرا و ريشم کے لباس میں دیکھا ہے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ام کلثوم کو ریشم کے لباس میں دیکھا ہے، (بخاری: ۲۸۱/۷)

اسی طرح سونے چاندی کی اجازت احادیث میں موجود ہے۔ (ایضاً) ۸۔ حج میں مردوں کو سلے ہوئے کپڑوں کا استعمال ممنوع ہے، عورت کے احرام میں لباس کی یہ پابندی نہیں رکھی گئی ہے۔

--- ولتلبس بعد ذالک ما احبت من الوان الثياب معصفرا او خزا او حليا او سراويل او قميصا او خفا (البوداد: ۱۶۶/۲) احرام میں عورت (نقاب، خوشبو، اور دستانوں کے علاوہ) جس قسم کا اور جس رنگ کا لباس پہننا چاہتی ہے پہن سکتی ہے۔

۹۔ مردوں کو حج و عمرے کے اختتام پر حلق یا پورے سر کا قصر ضروری ہے مگر عورتوں کے لئے

چوٹی کے کنارے سے بال کم کر لینا کافی ہے۔

لیس علی النساء حلق انما علی النساء عورتوں پر سر منڈھانا نہیں ہے ان کے لئے
تقصیر صرف بال کم کر لینا کافی ہے۔

(ابوداؤد، ترمذی، سنن بیہقی ۵/۱۶۹)

۱۰۔ سعی میں مردوں کے لئے میلین اخضرین کے درمیان تیز رفتاری کا حکم ہے مگر عورتوں کے لئے عام رفتار ہی سے گزر جانے کی ہدایت ہے۔ جبکہ وہ عمل ایک عورت ہی کی یادگار ہے، مگر اسلام نے فطرت نسوانی کا لحاظ کرتے ہوئے یہ حکم دیا ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ----- لیس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں عورت پر طواف
علی النساء سعی بالبيت وبين الصفاء کے دوران رمل کرنا اور سعی کے دوران دوڑنا
والمروة (سنن کبریٰ: ۵/۷۷) نہیں ہے۔

۱۱۔ مرد جب چاہے نفل روزے رکھ سکتا ہے مگر عورت خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفل روزے نہیں رکھ سکتی۔

لا یحل لامرأة ان تصوم و زوجها شاهد کسی عورت کے لئے اس کے شوہر کی
الاباذنہ (رواہ البخاری: ۷/۶۲) موجودگی میں بلا اجازت (نفل) روزہ رکھنا
حلال نہیں ہے۔

یہ چند مثالیں بطور نمونہ کے پیش کی گئی ہیں ورنہ احکام اسلامی میں اس کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں کہ احکام کے جاری کرنے میں عورت کی شخصی و ضمنی خصوصیات کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

پس جس طرح بہت سے اسلامی احکام میں عورتوں اور مردوں کے درمیان ان کے تخلیقی فطری اور صنفی مصلحت سے احکام میں تفریق کی گئی اسی طرح ”نماز“ کے احکام میں بھی متعدد مسائل میں یہ فرق کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے، ذیل میں اس کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے، تاکہ ان لوگوں کی غلط فہمی دور ہو سکے جو جانے انجانے امت کی عورتوں کو مجبور کر رہے ہیں کہ وہ

مردوں کی طرح نماز ادا کریں اور یہ کہ دونوں کی نماز میں کوئی فرق ثابت نہیں ہے۔

احکام نماز میں فرق

(۱) مردوں کے لئے نماز کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا لازم ہے (بخاری: ۸۹/۱) مگر عورتوں کے لئے جماعت لازم نہیں ہے، بلکہ گھر کی نماز مسجد کی نماز سے افضل ہے۔

-----صلواتک فی دارک خیر لک تمہاری وہ نماز جو تم اپنے گھر میں پڑھو اس
من صلواتک فی مسجد قومک نماز سے بہتر ہے جو تم محلہ کی مسجد میں پڑھو

(بیہقی، ابوداؤد، مسند احمد ۶/۳۷۱)

(۲) مردوں پر نماز جمعہ فرض ہے مگر عورتوں کے لئے جمعہ لازم نہیں ہے۔

الجمعة حق واجب علی کل مسلم فی جمعہ ہر مسلمان پر حق واجب ہے سوائے چار
جماعة الا اربعة عبد مملوک او امرأة کے، زرخید غلام، عورت، بچے اور بیمار

اوصبی او مریض

(سنن بیہقی، ابوداؤد، ۱/۲۸۰)

(۳) مردوں کے لئے اذان و اقامت مسنون ہے مگر عورتوں کیلئے اذان و اقامت کا حکم نہیں ہے۔

لیس علی النساء اذان ولا اقامة عورتوں پر نہ اذان و اقامت لازم ہے اور نہ
ولا جمعة (بیہقی: ۱/۶۰۰) ہی جمعہ کی نماز ہے۔

(۴) مردوں کا نماز میں ناف سے لے کر گھٹنے تک جسم کا چھپانا کافی ہے مگر عورتوں کے لئے دو ہتھیلیوں اور چہرہ کے علاوہ پورے جسم کا چھپانا فرض ہے۔

عن ام سلمة انها سالت النبي صلى الله عليه وسلم حضرت ام سلمہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ وسلم اتصلی المرأة فی درع سے معلوم کیا کہ کیا عورت ایک اوڑھنی
 وخمار لیس علیہما ازار؟ قال اذا کان اور لمبے کرتے میں جس کے اندر لنگی نہ ہو،
 الدرع سابغا یغطی ظهور قدمیه نماز پڑھ سکتی ہے؟ فرمایا: اگر کرتا اتنا لمبا ہو
 کہ پیر کے پنجوں کو چھپالے تو ہو جاتی ہے۔ (ابوداؤد: ۱/۱۷۳)

(۵) مردوں کی نماز ننگے سر ہو جاتی ہے مگر عورت کی نماز دوپٹے کے بغیر ادا نہیں ہوتی
 لا تقبل اللہ صلوة حائض الا بخمار اللہ تعالیٰ بالغ عورت کی نماز بغیر خمار (سر اور
 منداحمہ/ترمذی/ابن ماجہ/ابوداؤد: ۱/۱۷۳) گردن کو چھپانے والی چادر) کے قبول نہیں
 فرماتا۔

(۶) مرد امامت کرتے ہیں تو مقتدیوں سے آگے کھڑے ہو کر کرتے ہیں، عورتوں کے لئے
 اولاً تو جماعت کا حکم نہیں ہے، لیکن اگر وہ نفل وغیرہ عورتوں کی امامت کر رہی ہو تو آگے کھڑے
 ہونے کی اجازت نہیں، صف ہی کے درمیان کھڑی ہو کر نماز پڑھائے گی۔

لا تقدمهن امرأة ولكن تقوم فی عورت نماز میں دوسری عورتوں سے آگے
 وسطهن (سنن کبریٰ للبیہقی: ۱/۶۰۰) نہیں بڑھے گی بلکہ ان کے درمیان کھڑے
 ہو کر امامت کرے گی۔

(۷) مرد کے لئے صف کے پیچھے تنہا کھڑے ہونا ممنوع ہے، اکیلا ہو تو امام کے بازو کھڑا ہوگا
 لیکن اگر عورت تنہا ہو تو تنہا ہی صف کے پیچھے کھڑی ہوگی۔

عن انس ابن مالک ؓ صلیت انا حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی
 ویتیم فی بیتنا خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہمارے گھر
 وسلم و اُمی ام سلیم خلفنا میں نماز پڑھی اس طرح کہ میں اور ایک لڑکا
 آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور میری والدہ ہمارے پیچھے تنہا کھڑی ہوئیں۔ (بخاری: ۱/۳۴۷)

(۸) مردوں کے لئے نمازوں میں خوشبو کا استعمال پسندیدہ ہے (بخاری: ۴۱۰/۲) مگر عورتیں اگر مسجد جانا چاہیں تو خوشبو کا استعمال کرنے پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔

إذا شهدت احديكن المسجد اگر تم عورتوں میں سے کوئی مسجد جانا چاہے
فلا تمس طيبا (مسند احمد: ۱/۳۶۳) تو خوشبو کا ہرگز استعمال نہ کرے۔

(۹) جماعت میں مردوں کے لئے پہلی صف میں ٹھہرنا افضل و بہتر ہے لیکن عورتوں کے لئے آخری صف افضل اور زیادہ بہتر ہے۔

خير صفوف الرجال اولها وشرها مردوں کی بہترین صف پہلی اور بدترین
آخرها وخير صفوف النساء آخرها آخری ہے (اس کے برخلاف) عورت کی
وشرها اولها بہترین صف آخری اور بدترین پہلی ہے۔

(مسلم/ترمذی/ابوداؤد/ابن ماجہ: ۳۸۶/۱)

(۱۰) نماز میں کوئی بات پیش آجائے تو مرد سبحان اللہ کہہ کر تنبیہ کرے گا، عورت کو اگر ایسی ضرورت پیش آئے تو وہ سبحان اللہ نہیں کہہ سکتی بلکہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر مار کر اس کی آواز سے امام کو متوجہ کر سکتی ہے۔

إذا انا بكم في الصلوة شيء فليسمع اگر تمہیں نماز کے دوران کوئی بات پیش آئے
الرجال وليصفق النساء تو مرد سبحان اللہ کہہ کر اور عورتیں تالی بجا کر،
(مسند احمد: ۵/۳۳۳) متوجہ کریں۔

ارکان کی ادائیگی میں فرق

عورت کے نماز کے شرائط و فرائض مردوں ہی کی طرح ہیں، نماز کے بنیادی ڈھانچے میں دونوں کے لئے کوئی فرق نہیں، لیکن بعض ارکان کی ادائیگی میں عورت کے فطری تقاضہ حیا کی رعایت رکھی گئی ہے، جو سلف سے خلف تک معتبر طریقے سے علماً و عملاً جاری ہے، اسی پر فقہاء و محدثین کا عمل رہا اور ہے۔

(۱) تکبیر تحریمہ کے لئے مرد تو کانوں یا کندھوں تک ہاتھ اٹھائیں گے مگر عورت اپنے ہاتھ سینے تک ہی بلند کرے گی، ظاہر ہے کہ یہی اس کی فطرت حیا کے عین مطابق ہے۔

اذا صلیت فاجعل یدیک حذاء وائل بن حجر سے فرمایا: جب تم نماز پڑھو تو
اذنیک والمرأة تجعل یدیہا حذا (تکبیر تحریمہ کے لئے) اپنے ہاتھ کانوں تک
ثدیہا (رواہ الطبرانی، مجمع ۱) اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھ سینے تک ہی
لڑواؤ: ۲/۲۷۲) اٹھائے گی۔

(۲) سجدے میں مرد تو خوب گھل کر اور اعضاء کو ایک دوسرے سے علاحدہ رکھ کر سجدہ کریں گے، لیکن عورتیں چٹ کر اور ضم ہو کر سجدہ کریں گی، یہی ان کی فطرت کے عین مطابق ہے۔

مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر دو نماز
فقال اذا سجد تما فضا بعض اللحم پڑھنے والی عورتوں کے پاس سے ہوا تو انہیں
الی الارض، فان المرأة فی ذلک حکم دیا کہ جب تم لوگ سجدہ کیا کرو تو
لیست کالرجل اعضائے جسمانی کو خوب چٹا کر سجدہ کیا کرو،

(رواہ ابوداؤد و مسند / مصنف ابن ابی شیبہ / تہذیب: ۲/۳۱۵) اس معاملے میں عورت مرد کے مانند نہیں ہے

(۳) قعدے میں مرد ایک پیر بچھا کر اور دوسرا کھڑا کر کے اس پر بیٹھے گا مگر عورتیں بائیں سرین پر بیٹھ کر دونوں پیر داہنی جانب نکال دیں گی، یہی ہیئت اس کی ضرورت کے مطابق ہے۔

اذا جلست المرأة فی الصلوة وضعت عورت جب نماز میں بیٹھے گی تو ایک ران
فخذها علی فخذها الاخری فاذا دوسری ران پر ڈال لے گی اور جب سجدہ
سجدت الصقت بطنها فی فخذیہا کرے گی تو پیٹ کو اپنی دونوں رانوں پر رکھ
کاسترما یكون لها لے گی اس طرح کہ زیادہ چھپی رہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ / کنز العمال / تہذیب: ۲/۳۱۵)

(۴) جانور پر سوار ہونے کی حالت میں مردوں کو نماز پڑھنے کی اجازت ہے لیکن عورتوں کو اس سے روکا گیا ہے، تاکہ اس کے فطری تقاضہ حجاب کو نقصان نہ پہنچے۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا..... لم یرخص عورتوں کو (سواری پر نماز پڑھنے کی) کسی
لہن فی ذلک فی شدۃ ولا رخاء صورت میں بھی اجازت نہیں دی گئی ہے۔
(کنز العمال: ۷۹۱/۱)

ان روایات کے علاوہ — جن کا مجموعہ اور جن پر عملی اجماع عورت کی بعض سنن صلوٰۃ کو
مردوں سے مختلف کرتا ہے — صحابہؓ و تابعینؓ سے متعدد آثار بھی کتب حدیث موجود ہیں مثلاً
(۵) امام بیہقی رحمہ اللہ اپنی سنن میں اس سلسلہ کی روایات نقل کرنے سے قبل فرماتے ہیں:
وجماع ما یفارق المرأة فیہ الرجال من وہ تمام باتیں جو احکام نماز میں عورتوں کو
احکام الصلوٰۃ راجع الی الستر، وهو مردوں سے علاحدہ کرتی ہیں وہ سب پردہ
انہا مامورۃ بکل ما کان استر لہا، وستر سے متعلق ہیں، اور وہ یہ ہے کہ عورت
والابواب التی تلی ہذہ تکشف عن نماز میں ہر اس بات کی پابند ہے جس سے وہ
معناہ وتفصلہ وباللہ التوفیق زیادہ سے زیادہ مخفی طور پر نماز ادا کر سکے،
(سنن بیہقی: ۳۱۴/۲) آگے درج ہونے والے ابواب سے یہ
حقیقت خوب واضح ہو جائے گی۔

(۶) حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے:
اذا سجدت المرأة فلتحتفز لتضم عورت جب سجدہ کرے گی تو خوب سمٹ کر
فخذیہا (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۴/۲) کرے گی اور پیٹ کو رانوں سے جوڑے
رکھے گی۔

(۷) حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے عورت کی نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:
تجتمع وتحتفز (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۵/۲) اکھٹی ہو کر اور سمٹ کر ارکان کو ادا کرے گی۔
(

(۸) مشہور تابعی عطاء بن ابی رباحؓ سے سوال کیا گیا کہ کیا عورت بھی نماز میں مردوں کی
طرح اوپر تک ہاتھ اٹھائے گی؟ تو جواب میں فرمایا:

لا ترفع يديها كالرجل وأشار فخفض عورت مردوں کی طرح ہاتھوں کو بلند نہیں
يديه جدا وجمعهما اليد جدا وقال ان کرے گی ہاتھوں کو جسم ہی سے چمٹا کر تھوڑا
المرأة هيئة ليست للرجال اٹھائیگی، کیوں کہ عورت کی کیفیت مردوں کی
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۴۲۱) طرح نہیں ہے۔

(۹) ایک اور تابعی عالم ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں:

كانت للمرأة تؤمر اذا سجدت ان عورتوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ جب وہ سجدہ
تلق بطنها بفخذها كيلا ترتفع کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے چمٹا
عجزتها ولا تجافي كما يجافي الرجل کر رکھے، اس طرح کہ سرین بلند نہ ہو،
(سنن بیہقی: ۲/۳۱۳) اور مردوں کی طرح کشادہ اعضاء نہ رہے۔

(۱۰) ایک اور تابعی عالم حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

المرأة تضطعم في السجود عورت سجدوں میں اعضاء کو ملا اور چمٹا کر
(مصنف ابن ابی شیبہ) رکھے گی۔

(۱۱) ایک اور معتبر صدوق تابعی خالد بن اللجلاجؒ فرماتے ہیں:

لا يجلسن جلوس الرجال على قعدہ میں عورتیں مردوں کی طرح نہیں بیٹھیں
اور اکھن (ایضاً ۲/۵۰۶) گی۔

مذکورہ بالا احادیث و آثار اور خیر القرون میں اس فرق کی شہرت ہی کی وجہ سے ائمہ اربعہ اور
اہل ظاہر رحمہم اللہ نے اپنی اپنی فقہی تحقیقات میں اس فرق کو شامل کیا ہے، اور نماز کی سنتوں کو بیان
کرتے ہوئے عورت کے لئے رفع یدین، سجدتین اور قعدہ میں بیٹھنے کی ہیئت کو مردوں سے مختلف
قرار دیا ہے، بقیہ سب امور میں مرد و عورت یکساں ہیں۔

● امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ہاں نماز کی سنن میں ہے کہ

عورت تکبیر تحریمہ کے وقت صرف سینے تک ہاتھ اٹھائیگی، اور سینے ہی کے اوپر باندھے گی،
رکوع میں بند انگلیوں کے ساتھ ہاتھوں کو گھٹنے پر رکھ لینا کافی ہے (گھٹنوں کو پکڑنے اور پیٹھ کو بالکل

سیدھا کرنے کے اہتمام کی ضرورت نہیں)، سجدے میں پیٹ رانوں سے چمٹا کر رکھیگی اور قعدہ میں دونوں پیر بازونکال کر بیٹھے گی۔ (الفقه الاسلامی وادلتہ: ۱/ ۷۶۱ تا ۷۶۳)

● امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں سنت یہ ہے کہ

عورت تمام ارکان نماز سمٹ کر اور چٹ کر ادا کرے، پیروں کو ملا کر رکھے اور سجدہ میں پیٹ کورانوں سے ملائے رہے۔ (ایضاً: ۱/ ۷۶۸)

● امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں عورت کے لئے مسنون ہے کہ

رکوع سجدے میں کہنیوں کو بازو سے اور پیٹ کورانوں سے چمٹائے رکھے، جہر کے مواقع میں بھی اگر نامحرم کو آواز پہونچنے کا اندیشہ ہے تو سر ہی کرے وغیرہ (ایضاً: ۱/ ۷۶۱)

● امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ آداب نماز میں عورت کیلئے یہ آداب بیان کرتے ہیں:

عورت رکوع اور سجدے میں مردوں کی طرح اعضاء کشادہ نہیں رکھے گی بلکہ سمٹ کر اور اعضاء کو ایک دوسرے سے ضم کر کے رکھے گی، قعدہ میں دونوں پیروں کو لٹا کر داہنی جانب نکال دے گی۔ (ایضاً: ۱/ ۸۰)

رکوع اور سجدہ کی ہیئت کے علاوہ اور بھی امور ہیں جو مذکورہ بالا احادیث و آثار میں اوپر مذکور ہوئے ہیں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ قدرے اختلاف کے ساتھ ان سب کے قائل ہیں، اور عورت کے حق میں بہتر اور حجاب سے قریب تر مانتے ہیں، تفصیل کے لئے سعودی عرب کی وزارت الشؤون الاسلامیہ سے تقسیم کی گئی وہاں کے معتبر عالم ڈاکٹر صالح فوزان کی کتاب ”خواتین کے مخصوص مسائل“ کی پانچویں فصل مکمل مطالعہ کر لیں۔

غیر مقلدین کے معتبر علماء کا موقف

غیر مقلدین (عمل بالحدیث کا دعویٰ کرنے والے) اگرچہ کہ آج کل اس سے اختلاف کر کے اس پر اصرار کر رہے ہیں کہ عورتوں اور مردوں کی نماز میں کیفیت ادا کا کوئی فرق نہیں ہے اور صلو کما رایتی منونی اصلی کے مفہوم عام سے بے محل استدلال کرتے ہوئے عورتوں کو اس کا پابند بنانے پر تلے ہوئے ہیں، بلکہ ان نمازوں کو ناقص اور خلاف سنت کہہ رہے ہیں جو مذکورہ

آداب کی رعایت کے ساتھ عورتیں شروع سے اب تک ادا کرتی آرہی ہیں، لیکن ان کے محقق و معتبر علماء کی تحقیق بھی — اس زمانے کے کم فہم اور کم علم ضدی لوگوں سے ہٹ کر — وہی ہے جو جمہور امت، صحابہ و تابعین، فقہاء و مجتہدین کی ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں صاحب فرماتے ہیں:

وصلوة المرأة كصلوة الرجل في اور عورت کی نماز تمام ارکان و آداب میں مرد
جميع الاركان والآداب الا ان المرأة ہی کی طرح ہے سوائے اس کے کہ وہ تکبیر
ترفع يديها عند التحريمة الى ثدييها تحریمہ کے لئے اپنے ہاتھ سینے تک ہی
ولا تخوى في السجود كالرجل بل اٹھائے گی اور سجدہ مردوں کی طرح پھیل کر
تنخفض وتلصق وتضم بطنها بفخذيها نہ کریگی، بلکہ اپنے اعضاء کو ملا کر چمٹا کر
(نزل الابرا من فقه النبی المختار: ۱/۸۵) کرے گی اور پیٹ کو رانوں سے ملا کر رکھے
گی۔

اسی طرح ایک اور غیر مقلد عالم مولانا عبد الجبار غزنویؒ اس سلسلے میں ایک استفتاء کا تفصیلی جواب دینے کے بعد بطور خلاصہ کے فرماتے ہیں:

(رکوع سجدے اور قعدہ میں) عورتوں کا انضمام اور انخفاض (یعنی سمٹ کر اور اعضاء کو ایک دوسرے سے چمٹا کر ادا کرنا) نماز میں احادیث اور تعامل جمہور اہل علم از مذاہب اربعہ سے ثابت ہے، اس کا منکر (در اصل) کتب احادیث اور تعامل اہل علم سے بے خبر ہے، واللہ اعلم۔

(فتاویٰ علماء اہل حدیث ۳/۱۴۹)

مذکورہ بالا احادیث و آثار اور مقلد و غیر مقلد علماء کی تحقیقات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی ہے کہ عہد صحابہؓ سے لے کر آج تک تمام امت اس بات پر متفق ہے کہ عورت اور مرد کی نماز میں رفع یدین اور کیفیت سجدہ و قعدہ میں فرق ہونا چاہیے، مرد کی ہیئت مردانہ اور عورت کی ہیئت اس کے جسمانی و نسوانی تقاضہ ہائے حیا کے مطابق ہونی چاہیے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ عورتیں فرائض و واجبات اور سنن تو ایک ہی طرح ادا کریں گی لیکن

● تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ سینے تک اٹھا کر سینے ہی پر باندھ لیں گی، مردوں کی طرح کلائیوں کو بازوؤں سے جدا کر کے زیادہ اونچا نہیں کریں گی۔ ● سجدہ میں کلائیوں کو بازوؤں سے اور پیٹ کو رانوں سے چمٹا کر رکھیں گی، مردوں کی طرح گھل کر اور سرین کو اونچا کر کے نہیں کریں گی ● قعدہ میں بائیں سرین پر بیٹھ کر دونوں پاؤں داہنی جانب نکال لیں گی، مردوں کی طرح ایک پیر بچھا کر اور دوسرا کھڑا کر کے نہیں بیٹھیں گی۔

رہ گئی وہ حدیث جسے غیر مقلدین بہت شد و مد سے پیش کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا يصلو کما رأیتمونی اصلی یعنی نماز ایسی پڑھو جیسا تم مجھ کو پڑھتا ہوا دیکھ رہے ہو، اور یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث مردوں اور عورتوں دونوں کے واسطے عام ہے، اس میں یا کسی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو مردوں سے مستثنیٰ نہیں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر غیر مقلدین کے نزدیک اس حدیث کا یہی مفہوم صحیح ہے تو پھر ان کو یہ بھی مان لینا چاہیے کہ

۱۔ عورت کی نماز ننگے سر ہو سکتی ہے، اس لئے کہ نبی ﷺ کو اس طرح پڑھتے دیکھا گیا ہے۔
۲۔ عورت نصف پنڈلی تک اونچے کپڑوں میں نماز پڑھ سکتی ہے، اس لئے کہ نبی ﷺ کو اس طرح نماز پڑھتے دیکھا گیا ہے۔

۳۔ عورت کو جہری نماز میں جہراً پڑھنا چاہیے اس لئے کہ نبی ﷺ کو ایسا ہی پڑھتے دیکھا گیا ہے۔

۴۔ عورت کو آمین زور سے پکارنا چاہیے اس لئے کہ نبی ﷺ کو ایسا ہی کرتے دیکھا گیا ہے۔
۵۔ عورت کو بلاجماعت نماز نہیں پڑھنا چاہیے اس لئے کہ نبی ﷺ کو جماعت کا اہتمام کرتے دیکھا گیا ہے۔

۶۔ عورت کو فرض نماز گھر میں جائز نہیں ہونا چاہیے، اس لئے کہ نبی ﷺ کو فرض نماز مسجد ہی میں پڑھتے دیکھا گیا ہے۔

۷۔ عورتوں کو امام بن کر اور آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا چاہیے، کیوں کہ نبی ﷺ کو اسی طرح نماز پڑھاتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ وغیرہ

ظاہر ہے کہ کوئی بھی عالم عورت کے لئے ان امور کے جواز کا قائل نہیں ہے، جب ان امور میں دوسری احادیث و آثار اور اجماع امت کی وجہ سے صلوا کما رأیتہمونی اصلی کے عموم سے عورتوں کو مستثنیٰ مانا جاسکتا ہے تو پھر دوسرے مسائل میں کیوں نہیں مانا جاسکتا؟ بات یہ ہے کہ اس زمانے کے غیر مقلدین علم کو چھپاتے ہیں اور صرف اپنی پسند کردہ حدیثوں کو دکھا کر لوگوں کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس حدیث کے علاوہ اس مسئلے میں کوئی حدیث نہیں ہے، یا پھر بالکل ضعیف و موضوع احادیث ہیں۔

مزید دھوکہ دہی یہ کرتے ہیں کہ احناف کی جن فقہی تحقیقات سے انہیں اختلاف ہے ان کو اس طرح پیش کرتے ہیں جیسے پوری امت میں امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ کوئی اس کا قائل نہیں ہے۔ حالانکہ بہت سے مسائل میں بہت سے علماء کی رائے ان کے موافق ہے مگر غیر مقلدین اس کو صرف حنفی مسئلہ بتلاتے ہیں بلکہ اس کے استہزاء و استخفاف سے بھی نہیں چوکتے، چنانچہ زیر بحث مسئلے کو بھی وہ اسی طرح پیش کرتے ہیں جیسے یہ — نعوذ باللہ — صرف امام اعظمؒ کی حماقت و لاعلمی ہو، ورنہ پوری امت ان کی مخالف ہے اور اس بات کی قائل ہے کہ عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق نہیں۔ مذکورہ بالا مضمون میں صحابہ، تابعین، محدثین اور مجتہدین بلکہ علماء غیر مقلدین کے حوالے سے جو تفصیل سامنے آئی ہے وہ بتلا رہی ہے کہ اس مسئلے میں اس زمانے کے غیر مقلدین ائمہ اربعہ سے اختلاف تو کر رہے ہیں، اپنے اکابر سے بھی منحرف ہو کر نیا راستہ نکالے ہوئے ہیں۔

اس جگہ ایک اور بات کی وضاحت کر دینا بھی مناسب ہے کہ عورتوں کے لئے سمٹ کر اور باحیا طریقے پر سجدہ کی فضیلت و اہمیت بیان کرتے ہوئے امام شافعیؒ نے جو احب الی اور امام احمدؒ نے اعجب الی کے الفاظ فرمائے تھے یعنی مجھے یہی پسند ہے، تو آج کل کے کم علم و بے فہم غیر مقلدین یہ کہہ رہے ہیں کہ حدیث کے مقابلے میں ان کی پسند کوئی معنی نہیں رکھتی! لیکن غیر مقلدین کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان حدیث و فقہ کے ماہرین اور ورع و تقویٰ کے حاملین کے ہاں حدیث نبویؐ کا احترام آپ لوگوں سے کروڑوں گنا زیادہ تھا اور وہ صلوا کما رأیتہمونی اصلی والی حدیث بھی اچھی طرح جانتے تھے، اس کے باوجود احب اور اعجب کا لفظ استعمال کئے ہیں تو

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حضرات صرف سندوں کے غلام اور راویوں کے مقلد نہ تھے، بلکہ عقل و شعور سے بھی کام لیتے تھے، وہ خیر القرون کے لوگ تھے ان کے دور تک لوگوں نے دین کو بدل لیا نہیں تھا، دین علم سے زیادہ عمل میں محفوظ تھا، کتاب و سنت اور تعامل صحابہ کی روشنی میں انہیں دین کی صحیح سمجھ اور احکام کے مقاصد پر عبور نصیب ہو گیا تھا، جب ان سے کسی غیر واضح یا اختلافی مسئلے میں پوچھا جاتا کہ آپ کیا پسند کرتے ہیں؟ تو اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ اس مسئلے میں آپ کا علمی ذوق اور عملی مشاہدہ کیا کہتا ہے؟ تو اس کے جواب میں وہ جو یہ کہتے کہ ”مجھے اس طرح پسند ہے“ تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ میری ہوس اور طبیعت کو یہ پسند ہے، جیسے کسی کو کھار ا پسند ہے کسی کو میٹھا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ کتاب و سنت پر عبور کی وجہ سے شریعت کے جس مزاج کا مجھے ذوق حاصل ہوا ہے اس کی روشنی میں اس صورت کو میں زیادہ صحیح سمجھتا ہوں۔ یہ ایسا ہی جیسے امام بخاریؒ یا کوئی محدث یوں کہے کہ فلاں سے روایت لینا فلاں کے مقابلے میں مجھے احب یا اعجب ہے، یا فلاں سند کو میں فلاں سند سے زیادہ احب سمجھتا ہوں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ حدیثوں کے مقابلے میں ان کی پسند کا معاملہ ہے، بلکہ ان کی تحقیق و اعتماد اس کو ترجیح دے رہے ہوتے ہیں، پس یہاں بھی فقہاء کے احب الی اور اعجب الی کا یہی مطلب لینا چاہیے، اور علماء کے ہاں یہی لیا جاتا ہے، کوئی جاہل الفاظ ہی کا پجاری بن بیٹھے تو وہ اسکے علمی دیوالیہ پن کا ثبوت ہے؟

اللہ پاک سب مسلمانوں کو اتباع حق کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین